Research Journal
Tahqeeqat

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل
تحقیقات

اردو میں غیر عربی حروف کا املائی ارتقا

Orthographic Evolution of Non-Arabic Alphabets in Urdu

Dr. Tariq Hashmi
Principal College of Oriental Languages ,
Government College University, Faisalabad
Mohammad Farooq Baig
Coordinator, Urdu Department ,
Riphah International University, Faisalabad

ڈاکٹر طارق ہاشمی
پرنسپل کالج آف اورینٹل لینگوئجز، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
محمد فاروق بیگ
کوآرڈینیٹر شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Each language has its own system of graphs and style of script. In order to translate spoken words in writing, symbols or letters are formed and arranged in such a way that the person who writes them can be understood with the help of apology. This system of symbols or letters is not necessarily limited to a single language, but due to political, social and commercial influences, some other languages also become customary with some partial modifications or additions. The Urdu script is Arabic, adopted in the fifteenth century AD, through Persian instead of Arabic. The non-Arabic letters in Urdu were first identified by the Persians but these letters were formed for the sounds which belonged to the language of their region. Since these sounds were present in most of the Indian languages including Urdu, the letters related to these sounds became available to the people of Urdu through Persian, but the Indians had to make great efforts for the sounds which the people of Persia were deprived of. Undoubtedly, these linguistic endeavors have a historical evolution, the study of which is both interesting and surprising.

Keywords: *Urdu Language, Arabic Language, Alphabet, Evolution, Linguistics, Script, Letters*

کلیدی الفاظ: اردو زبان، عربی زبان، حروف تہجی، ارتقا، لسانیات، رسم الخط، حروف

ہر زبان کا ایک مخصوص نظامِ ترسیم ہوتا ہے۔ تقریری کلمات کو تحریری صورت دینے کے لیے نشانات یا خطوط کی ایسی شکلیں بنائی اور ترتیب دی جاتی ہیں کہ انھیں درج کرنے والے کا مافی الضمیر ان کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے۔ نشانات یا خطوط کے اس نظام کو رسم الخط کہا جاتا ہے۔ یہ نظامِ ترسیم ضروری نہیں کہ زبانِ واحد تک محدود رہے بلکہ سیاسی، سماجی اور تجارتی اثرات کے باعث بعض دیگر زبانوں میں بھی بعض جزوی ترامیم یا اضافوں کے ساتھ رواج پا جاتا ہے۔ کسی دوسری زبان کے نظامِ ترسیم کو اختیار کرنے کا عمل Lexical Borrowing یا Lexical Adaptation کہلاتا ہے۔ زبان جس سے نظام ترسیم لیا یا اختیار کیا جاتا ہے عطا کنندہ زبان Donor Language جبکہ وہ زبان جو نظام ترسیم اختیار کرتی ہے، وصول کنندہ زبان Recipient Language کہلاتی ہے۔

اصطلاحی طور پر رسم الخط سے مراد الفاظ میں حروف کا درست استعمال ہے۔ اگر کسی لفظ میں مروجہ پیرائے کی خلاف ورزی کی جائے گی تو اس کی قرات مجروح ہو گی۔ رسم الخط کے ماہرین کسی بھی لفظ کو اس کے درست حروف کی روشنی میں دیکھتے ہیں لیکن یہ سوال بذات

خود اہم ہے کہ حروف کس طرح معرض وجود میں آئے اور کسی زبان میں حرف کا اپنا املا کس نوع کے مراحل سے تشکیل پایا اور کس عہد میں کسی حرف کی کیا املائی شکل معیار تسلیم کی جاتی رہی؟

زبان کے دیگر ارتقائی امور کی طرح رسم الخط بھی کبھی جامد نہیں رہا بلکہ یہ وقت کے ساتھ متنوع مراحل طے کرتا رہا ہے۔ یہ عمل کم و بیش ہر زبان میں ہوا ہے۔ خصوصاً جب کوئی زبان کسی دوسری زبان کا رسم الخط اختیار کرتی ہے تو مقامی لسانی ضرورتوں خاص کر اصوات کے تقاضوں کے تحت نت نئی ترمیمات یا اضافوں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ مقامی اصوات کے لیے نئے حروف تشکیل دینے کے عمل کے لیے کوئی خاص اصطلاح وجود نہیں رکھتی لیکن چونکہ یہ نئی اصوات کی بنیاد پہ حروف سازی کا عمل ہے، اس لیے اسے اصطلاحی طور پر وُضعی صوتیاتی نقل Coined Phonetic Transcription کہا جا سکتا ہے۔

لسانی تقاضوں کی روشنی میں حروف کی مناسب وُضعی شکلوں کے تحت تحریر کو درست لکھنا املا کہا جاتا ہے۔ ممتاز ماہر لسانیات رشید حسن خان کے یہ قول:

> "۔۔۔رسم خط کے مطابق، لفظ میں حرفوں کی ترتیب کا تعین، ترتیب کے لحاظ سے اس لفظ میں شامل حرفوں کی صورت اور حرفوں کے جوڑ کا متعارف طریقہ؛ ان سب کے مجموعے کا نام اِملا ہے۔"(1)

اردو کا رسم الخط عربی ہے، جسے پندرھویں صدی عیسوی میں اختیار کیا گیا لیکن یہ رسم الخط براہ راست عربی کے بجائے فارسی کے توسط سے مستعمل ہوا۔ عربی رسم الخط بذات خود کن مراحل سے گزرا اور اس کی تشکیل میں دیگر زبانوں کے نظام ترسیم نے کیا کیا اثرات ڈالے، یہ ایک الگ سوال ہے لیکن ساتویں عیسوی صدی میں خطہ فارس میں اسلام کی آمد کے بعد فارسی زبان کو اِرقام کرنے کے لیے عربی رسم الخط استعمال ہوا۔ اس سے قبل اہلِ فارس کا تحریری نظام پہلوی تھا جو دوسری صدی قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ زرتشت کی مقدس کتاب "اَوِستا" پہلوی کی ایک قسم میں لکھی گئی ہے۔

پہلوی حروف تہجی آرامی حروف تہجی سے تیار ہوئے اور کم از کم تین مقامی اقسام میں پائے جاتے ہیں: شمال مغربی، جسے پہلویک یا ارساک کہتے ہیں؛ جنوب مغربی، جسے پارسک، یا ساسانی کہا جاتا ہے؛ اور مشرقی۔ سب دائیں سے بائیں لکھا گیا تھا۔ آرامی زبان کے 26 حروف میں سے زیادہ تر پہلوی میں ایک سے زیادہ آوازوں کی نمائندگی کرنے کے لیے آئے۔ کئی کو بالکل استعمال نہیں کیا گیا تھا، اور پہلوی میں ایک دو حروف میں تبدیل ہوا۔

فارسی زبان کے لیے عربی رسم الخط اختیار تو کر لیا گیا لیکن اس زبان کی بعض آوازوں کے لیے حروف موجود نہیں تھے چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے اور اسے متوازن بنانے کے لیے کچھ حروف کا اضافہ کیا گیا ہے جن میں پ، چ، ژ اور گ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ

الف ممدودہ اور یائے مجہول بھی معرض وجود میں آئے۔ اردو میں عربی رسم الخط چونکہ فارسی کے توسط سے اردو میں رائج ہوا لہٰذا مذکورہ غیر عربی حروف سرزمینِ فارس سے اہلِ ہند کو وراثت میں دستیاب ہو گئے۔

مذکورہ حروف تشکیل دینے میں اہل فارس کو متفرق مسائل سامنے آئے جن کے مناسب حل پر ماہرین لسانیات نے غور کیا اور متنوع تجاویز کی روشنی میں ان کے املا کا تعین کیا گیا۔ تاریخی طور پر اس امر کا تعین مشکل ہے کہ ان حروف کو تشکیل دینے کی پہلی کاوش کس نے کی۔ پروفیسر محمد سجاد مرزا کے خیال میں ان کے موجد خواجہ ابو المعالی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"عربی میں پ، چ، ژ اور گ نہیں تھے۔ لوگ موقع محل کی مناسبت سے اندازا آوازیں ادا کرتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد خواجہ ابو المعالی نے ان حرفوں کے لیے تین تین نقطے وضع کیے اور خط کوفی اور پہلوی سے چند نئی کششوں کا اضافہ کر کے تعلیق کو اس قدر خوبصورت بنایا کہ لوگ انھی کو خطِ تعلیق کا موجد سمجھنے لگے۔"(2)

فارسی کی مخصوص آوازاوں کے لیے نئے حروف کے موجد کے سلسلے میں مذکورہ دعوے کو قیاس ہی قرار دیا جاسکتا ہے کہ خواجہ مذکور کا حال کسی تذکرہ میں نہیں ملتا۔

اردو میں غیر عربی حروف میں پہلی کاوش الف ممدودہ ہے جو عربی حرف الف ہی کی قسم ہے۔ ابتدا میں اسے دو الف کی صورت میں لکھے جانے کے شواہد ملتے ہیں لیکن بعد میں مد کا اہتمام کیا گیا اور اب فارسی اور اردو دونوں میں اس کا املا **آ** مستعمل ہے۔ دو الف کے املا کے سلسلے میں "فرہنگ جہانگیری" کے مولف لکھتے ہیں:

"چوں علمائے فارس الفِ ممدودہ را دو الف اعتبار میکنند، در فصلِ الف، از بابِ الف، ہر الفے کہ در اولِ او الفِ ممدودہ بود، نوشتم و دو الف رقم کردم، چہ لغتے کہ حرفِ اول و ثانیِ آں الف باشد، مطلقاً نیافتم۔"(3)

الف ممدودہ کے لیے دو الف والے املا کے شواہد بعض اردو تصانیف میں بھی ملتے ہیں جن میں مثنوی "پھول بن" قابل ذکر ہے لیکن یہ املا زیادہ رواج نہ پا سکا اور آ والے املا کو قبولیت ملی۔ رشید حسن خان الف ممدودہ کے املا کے بارے میں دو الف لکھے جانے کو اسلوب کہنہ خیال کرتے ہیں۔ ان کے مطابق:

"اس اندازِ کتابت کو اب پرانی چیز سمجھا جائے گا اور اب اس کی پیروی نہیں کی جائے گی [البتہ ان کتابوں میں یہی املا اختیار کیا جائے گا]۔ اب مسلمہ اندازِ کتابت اِسی کو سمجھا جائے گا کہ الفِ ممدودہ کے لیے، الف کو مع مد لکھا جائے، جیسے: آب، آتش۔"(4)

اردو میں مستعمل اہلِ فارس کے اختراع کردہ حروف میں پ، چ اور ژ ایسے حروف ہیں جو منقوط ہیں۔ ان کی اصوات بالترتیب ب، ج اور ز کے قریب ہیں۔ اسی بنا پر ان کو مذکورہ حروف کے فورا بعد شمار کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ حروف اہل فارس نے تشکیل دیے، لہذا لغات نویس ان کو بائے فارسی / عجمی، جیم فارسی / عجمی اور زائے فارسی / عجمی کا نام دیتے ہیں۔

مذکورہ حروف کے املا کے لیے ماہرینِ لسانیات نے یہ ضابطہ تشکیل دیا کہ یہ حروف جن عربی حروف سے صوتی طور پر قریب ہیں، ان کے ساتھ دو مزید نقطوں کا ااضافہ کر دیا جائے۔ اس قائدے کی روشنی میں ان کی شکل کا تعین یوں کیا گیا:

ب کی طرز پہ **پ**

ج کی طرز پہ **چ**

ز کی طرز پہ **ژ**

مذکورہ منقوط حروف کے علاوہ فارسی میں ایک غیر منقوط حرف گ بھی تشکیل دیا گیا۔ اس کی صوت عربی حرف ک کے قریب ہے تو حروف تہجی کی ترتیب میں اہل فارس اسے ک کے فورا بعد شمار کرتے ہیں اور کاف فارسی / عجمی کہتے ہیں۔ اس حرف کے املا کی کہانی دیگر حروف کی نسبت زیادہ دلچسپ ہے اور اردو کی مختلف تصانیف میں اس کی متنوع شکلیں ملتی ہیں۔ "کدم راوٗ، پدم راوٗ" میں ک کے نیچے تین نقطے ڈالے گئے ہیں۔ قدیم دوہوں میں ک کے اوپر سات کا ہندسہ درج کیا گیا ہے۔ "پریم کہانی" میں ک کے اوپر پیش ڈالا گیا ہے۔ "غرائب اللغات" میں گ کا موجودہ املا دکھائی دیتا ہے۔

عربی حروفِ تہجی کا آخری حرف ی ہے جو حرف علت ہے لیکن اہل فارس کے ہاں بعض الفاظ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جن میں اس حرف کا استعمال عربی سے قدرے مختلف ہے یعنی یہ حرف جب کسی لفظ میں استعمال ہوتا ہے تو اس حرف علت سے پہلے کسرہ خالص (جیسے امیر، تشہیر) کے بجائے کسرہ غیر خالص (جیسے پیشی، غبارے) ہوتا ہے۔

اہل فارس نے یائے معروف اور یائے مجہول میں تمیز کے لیے اس کے صوتی استعمال کو دیکھتے ہوئے ی کی شکل میں معمولی ترمیم کرتے ہوئے اس حرف کو ے کی شکل میں ظاہر کیا۔ اگرچہ اس کو بہت زیادہ پذیرائی نہ مل سکی، یعنی اہل فارس اکثر اوقات یائے معروف ہی سے دونوں مطالب پورے کر لیتے ہیں اور جدید فارسی میں تو یائے مجہول کا مذکورہ املا مفقود ہی ہو گیا ہے لیکن ان کی اس اختراع کا اردو میں چلن عام ہو گیا۔

یائے مجہول کے املا کے سلسلے میں ایک دلچسپ نکتہ یہ بھی ہے کہ اسے یائے معروف کے نیچے چھوٹا سا دائرہ ڈال کے بھی لکھا جاتا رہا ہے۔ حافظ محمود شیرانی کے گیارھویں صدی ہجری کے دریافت شدہ بعض شعرا کے دوہوں میں املا کی یہی صورت نظر آتی ہے۔ اسی طرح ملک محمد جائسی کی پریم کہانی (1104ھ) میں یائے مجہول کو یائے معروف کے نیچے لکیر کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ فورٹ ولیم کالج

کی تصانیف میں اسے مکمل امتیاز سے لکھا گیا اور فی زمانہ یہی امتیازی صورت مروج اور مقبول ہے۔ اگرچہ گلکرسٹ نے غیر ملکی طالب علموں کے لیے یائے مجہول کی درست ادائی یا شناخت کے سلسلے میں جو اعراب کا نظام وضع کیا تھا، اس کے بعض عناصر کی بعد ازاں غیر ضروری خیال کیے گئے یا اس نظام میں تبدیلی واقع ہو گئی۔ "باغ و بہار" کے مقدمے میں رشید حسن خان گلکرسٹ کے نظامِ املا میں یائے معروف و مجہول کے مابین امتیاز کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔گل کرسٹ نے ی کو چار قسموں میں بانٹا تھا: معروف، مجہول، لین، مشموم۔ قاعدہ یہ بنایا تھا کہ جب ی لفظ کے آخر میں آئے گی اور معروف ہو گی، تو اسے متعارف صورت (ی) می لکھا جائے گا۔ اس ی کا نام اُس نے یاے دامنی رکھا تھا۔ یہ صراحت کر دی تھی کہ اس کے نیچے نقطے نہیں ہوں گے جیسے: دی، کی۔

جب مجہول ہو گی، تو اُسے [خواہ وہ لفظ کا جُز ہو، جیسے دے، یا الحاقی ہو جیسے: مبتلاے غم] تو اُسے متعارف صورت میں دراز لکھا جائے گا، مثلاً: دے، کے، سے۔ نقطے اس کے نیچے بھی نہیں ہوں گے ـــــــ آخر لفظ میں آے والی یاے ماقبل مفتوح کو کشتی دار لکھا جائے گا، جیسے ہی، می، نقطے یہاں بھی موجود نہیں ہوں گے۔

وہ ی جو درمیانِ لفظ ہوتی ہے اور اس کی آوازِ حرف ماقبل کی آواز میں شامل ہو کر نکلتی ہے، اُس کا نام اُس نے ی "اے مشموم" رکھا تھا [جسے ہم آسانی کی خاطر "یاے مخلوط" بھی کہہ سکتے ہیں]۔ اس ی کی پہچان یہ بنائی تھی کہ اس ے نقطے نیچے اوپر رکھے جائیں گے جیسے لفظ کے بیچ میں جو ی آتی ہے، اس کا نام اس نے "یاے شوشہ دار" رکھا تھا۔ معروف و مجہول کا امتیاز اس طرح متعین کیا تھا کہ یاے مجہول کے اوپر ایک چھوٹا سا دائرہ بنایا جائے گا، جیسے:۔

کھیْل، دیْر، میْں، جیْل

حرف ماقبل حرکت سے خالی رہے گا۔ اس علامت کا نام اس نے جزم مدورہ" رکھا تھا۔ اگر معروف ہو گی تو خالی رہے گی، اُس پر کوئی علامت نہیں ہو گی، حرفِ ماقبل یہاں بھی حرکت سے خالی رہے گا، جیسے کیل، چیل، چیر، فیل۔

اگر اس "یاے شوشہ دار" سے پہلے والے حرف پر زبر ہے، تو اُس صورت میں اُس پر آٹھ کے ہندسے جیسا چھوٹا سا نشان بنایا جائے گا، جیسے فیض، طفیل، ہیں، دیر۔ اس علامت کا نام اُس نے "جزم غیر مدورہ" رکھا تھا۔ حرف ماقبل یہاں بھی حرکت (یعنی زبر) سے خالی رہے گا۔"(5)

آغاز میں فارسی کی پیروی میں بعض اہل اردو کے یائے معروف اور یائے مجہول میں امتیاز نہ کرنے نیز متنوع املا اختیار کرنے کی وجہ سے بعض التباسات بھی پیدا ہوئے، چنانچہ اس کی طرف ماہرینِ لسان نے باقاعدہ توجہ کی اور اس کا واضح تعین کیا۔ اسد اللہ خان غالب بھی آغاز میں یائے معروف اور یائے مجہول کے مابین تفریق نہیں کرتے تھے لیکن بعد ازاں اس قرینے کا بطور خاص اہتمام کرنے لگے۔ "اردوئے معلیٰ" میں اس اہتمام کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ غالب اس سلسلے میں تاکید کرتے ہیں:

"اے کریمے کہ از خزانہ غیب، ہر گز یائے معروف نہیں، یائے مجہول ہے۔ یائے معروف یہاں نامقبول ہے۔ خدائے کہ بالا و پست آفرید۔ ایسا خدا، ایسا کریم: اس تحتانی کو وحدت کہو، توصیف کہو، یائے تعظیم کہو، جس طرح کہو، یائے مجہول آئے گی"(6)

عربی رسم الخط ہندوستان میں رائج ہونے کے بعد اہلِ فارس کی طرح اہلِ ہند نے بھی یہاں کی مقامی اصوات کے ترسیمی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بعض نئے حروف تشکیل دیے گئے، جن میں ٹ، ڈ اور ڑ شامل ہیں۔ ان حروفِ تہجی کو بالترتیب تائے ہندی / تائے ثقیلہ، دال ہندی اور رائے ہندی / رائے ثقیلہ کہا جاتا ہے۔ اہل فارس کی طرز پر اہلِ ہند نے بھی ان حروف کے صوتی قربت والے عربی حروف میں جزوی ترمیمات کرتے ہوئے ان کے املا کا تعین کیا اور حروف تہجی کی ترتیب میں انھیں قریبی صوت والے حروف کے بعد شمار کیا۔ حافظ محمود شیرانی "پنجاب میں اردو" میں ہندوستان کی مقامی اصوات کے لیے تشکیل دیے گئے حروف کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"ابتدا میں خط نسخ نہ صرف اردو بلکہ ہندوستان کی تمام زبانوں کے لیے مخصوص تھا۔ چنانچہ پشتو، سندھی اور پنجابی آج بھی نسخ میں لکھی جاتی ہیں۔ عالمگیر کے عہد میں شمالی ہند میں نستعلیق رائج ہو گیا۔ خاص ہندی اصوات کے لیے علامات مقرر کی گئیں اور مختلف زبانوں میں مختلف طریقوں سے لکھی گئیں۔ مثلاً ٹ، ڈ اور ڑ پر پہلے تین نقاط اور بعد میں چار نقاط لگائے جانے لگے۔ گجرات میں بارھویں صدی میں ابتدا میں ان پر ضرب کی علامت "×" لگائی جاتی تھی اور الف ممدودہ دو الف کی صورت میں لکھا جاتا تھا۔"(7)

مذکورہ مقامی حروف میں ٹ پر تین نقطے لگانے سے ٹ اور ث کے مابین امتیاز مشکل ہونے لگا تو چار نقطے لگائے گئے یعنی ت کے اوپر مزید دو نقطوں کا اضافہ کیا گیا۔ یہ وہی اصول ہے جو اہل فارس نے اختیار کیا تھا۔ "نور نامہ" کے دکنی ترجمے میں یہی صورت ملتی ہے۔ فورٹ ولیم کالج کی تصانیف میں ت کے نقطوں کے اوپر چھوٹا سا خط لگایا گیا ہے۔ موجودہ املائی صورت ٹ ہے۔

مقامی حرف ڈ چونکہ ایک غیر منقوط حرف یعنی د کی صوت کے قریب ہے تو اس حرف کے املائی تعین کی متنوع کاوشیں دکھائی دیتی ہیں۔ "پھول بن" میں د کے نیچے تین نقطے ڈالے گئے ہیں۔ "سب رس" میں د کے اوپر تین نقطوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ "وفات نامہ" میں

د کے اوپر خط ڈالا گیا ہے۔"غرائب اللغات" میں د کے اوپر چار کا ہندسہ (عربی) ڈالا گیا ہے۔ بعض دکنی مخطوطات ملاحظہ کیے جائیں تو د کے اوپر ضرب کا نشان "×" ملتا ہے۔ موجودہ املا "ڈ" ہے۔

ڈ کی طرح ڑ بھی اگرچہ غیر منقوط ہے تاہم اس کے املا کے تعین میں کچھ زیادہ تجربات نظر نہیں آتے۔ "نورنامہ" میں ر کے نیچے تین نقطے ملتے ہیں۔ "پھول بن" اور "سب رس" میں بھی یہی شکل ملتی ہے لیکن کہیں کہیں نقطے اوپر بھی ڈال دیے گئے ہیں۔ موجودہ املا ڈ ہے۔

اردو زبان کی مذکورہ آوازیں عربی اور فارسی کے "نفاست پسندوں" کو ثقیل محسوس ہوئیں لیکن وہ اپنی لسانی صوتی محرومی کی وجہ سے ان اصوات کی غنائیت کا لطف نہ لے سکے۔ ہندوستان کے مقامی ماہرین لسان نے ان آوازوں کے لیے مرحلہ وار کاوشیں کیں اور بالآخر ایک حتمی املا طے کر لیا۔ سید قدرت نقوی نے مجلہ "اردو" کراچی کے شمارہ (جولائی تا اکتوبر 1967) میں شائع شدہ ایک مضمون (8) کے حوالے سے مذکورہ حروف کے قدیم املا کی درج ذیل صورتیں دکھائی ہیں:

قدیم املا	موجودہ املا	قدیم املا	موجودہ املا
بروتہہ	بروٹا	دکار	کار
چھر	چھڑ	پھتکری	پھٹکری
پوتہ	پوتھ	پیرہ	پیڑا
اکھروت	اخروٹ	کت	کھٹ۔ کھاٹ
موتہ	موٹھ	کہت	کھٹ۔ کھاٹ
سنداسی	سنڈاسی	مندل	منڈل
کراہی	کڑاہی، کڑھائی	ماروار	مارواڑ
کنتھا	کنٹھا	مول کند	مول کنڈ
ادہ	اڈا (فارسی میں آدہ، آدا)	ہتورہ	ہتوڑا
لکری	لکڑی	لدو	لڈو
چمگادر	چمگادڑ	اتنگن	اٹنگن
داند	ڈانڈ	ہرتال	ہڑتال
کت بہوڑہ	کٹ پھوڑا	قنوائی	کنوائی

سید قدرت نقوی نے درج بالا املا کی روشنی میں اردو کے لسانی ماہرین کی بجا طور پہ تحسین کی ہے۔ان کے نزدیک ہمارے اسلافِ لسانیات کے پختہ شعور کی وجہ سے ہماری مخصوص اصوات کو مستقل اور عمدہ نظام ترسیم نصیب ہوا۔ان کے مطابق:

"اگر یہی باقی رہتا تو آج یہ تمام اصوات باقی نہ رہتیں۔بلکہ ایسا فساد ہوتا کہ آج فارسی میں ملتا ہے اور ہم مخصوص آریائی اصوات سے محروم رہ جاتے ہمارے بزرگوں کا لسانی شعور نہایت پختہ تھا انھوں نے مکمل امتیاز کے لیے احتیاط برتی۔ٹ،ڈ،ڑ کے لیے ابتدا میں ت،د،ر پر چار نقطے لگا کر اور پھر دو نقطے لگا کر اور ان پر ایک لکیر لگا کر لکھنا شروع کیا۔سندھی میں تا حال یہ طریقہ موجود ہے۔آخری مرحلے میں چھوٹی سی ط کو نشان امتیاز قرار دیا۔"(9)

اردو زبان کی صوتی ثروت مندی میں ہکار آوازوں کا اپنا ایک جمال ہے۔بہ قول ابواللیث صدیقی:

"اردو میں جس طرح ان آوازوں کا مجموعہ ہے جو آریائی زبانوں کی ہندی شاخوں میں ہیں اور ان میں اضافہ ان آوازوں کا ہوا ہے جو خاص فارسی اور خاص عربی کی ہیں۔اس طرح اردو کے ابجد میں ایسی علامات موجود ہیں جو دیسی، عربی اور فارسی، سب آوازوں کو ادا کرنے کے لیے کافی ہیں۔"(10)

تعداد کے لحاظ سے ہکار آوازیں سترہ ہیں۔متعدد ایسے الفاظ ہیں جن میں مذکورہ آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ان آوازوں کے لیے کوئی الگ حرف استعمال نہیں ہوتا بلکہ موجود حرف ہی کے ساتھ ہائے ہوز لگا کے صوتی ضرورت کو پورا کیا جاتا ہے۔اس ہائے ہوز کو قواعدِ زبان میں ہائے مخلوط کہا جاتا ہے جبکہ شکل کے لحاظ سے ہائے دوچشمی پکارا جاتا ہے۔اس کا موجودہ املاھ ہے لیکن یہ آغاز سے ہمیشہ مستعمل نہیں رہا۔آغاز میں یہ ہائے ملفوظی ہی کی طرح لکھی جاتی رہی بعد ازاں دونوں کے مابین امتیاز برتا گیا اور اردو کی ہکار آوازوں کے لیے ہائے مخلوط کو مختص کر لیا گیا۔فورٹ ولیم کالج کی تصانیف میں مذکورہ امتیاز کا بہ طور خاص لحاظ رکھا گیا۔

اردو میں رسم الخط عربی سے مستفاد ہے اور اس واسطے سے فنِ خطاطی کا ارتقا بھی عربی ہی کی مرہون منت ہے۔اردو میں فنِ خطاطی میں دوچشمی ھ کے استعمال کے سلسلے میں ایک الجھن دور کرنا نہایت مشکل ہے کہ خط نستعلیق کے علاوہ تمام خطوں میں دوچشمی ھ بغیر کسی امتیاز کے استعمال ہوتی ہے۔لہٰذا خط نستعلیق کے علاوہ کسی دوسرے خط میں یہ املائی الجھن موجود رہتی ہے کہ کسی لفظ میں ہائے مخلوطی استعمال ہوئی ہے یا ملفوظی؟ فنِ خطاطی سے وابستہ بعض افراد کسی لفظ میں مصنوعی خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے خط نستعلیق میں بھی دوچشمی کا استعمال بہ طور ہائے ملفوظی کرتے ہیں، خصوصاً کسی لفظ کے آغاز میں اگر ہائے ملفوظی آجائے تو دوچشمی ھ کا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے۔یہ عمل نہ صرف املا کے اصولوں کے خلاف ہے بلکہ لفظ کی املائی ماہیت کے تعین و تفہیم میں الجھن کا باعث بھی بنتا ہے۔

اردو زبان کی صوتی خصوصیات میں غنائیت کے عنصر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جس کا اظہار اس زبان کے متعدد الفاظ سے ہوتا ہے۔عربی سے مستفاد اردو کے رسم الخط میں غنائی تقاضوں کی تکمیل کے لیے حروف میں جو ترمیمات یا اضافے کیے گئے ان کے نتیجے میں

ن غنہ کی تشکیل بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ بھی غنا ہے۔ ن غنہ کی آواز خالصتاً مشرقی ہے۔ یورپی زبانوں میں فرانسیسی میں بھی یہ صوت پائی جاتی ہے۔ اردو میں اس صوت کے اظہار کے لیے حرف ن میں درج ذیل ترمیمات کی گئیں:

1۔ کسی لفظ کے آخر میں یہ صوت پائی جائے تو ن سے اس کا نقطہ اڑا دیا جاتا ہے۔ جیسے جہاں، دونوں، زمیں وغیرہ

2۔ کسی لفظ کے درمیان میں کہیں یہ صوت پائی جائے تو ن اپنی اصل حالت میں برقرار رکھی جاتی ہے البتہ بعض افراد نقطے کے اوپر جزم یا جزم نما بعض علامتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

اردو میں غیر عربی حروف کا اولیں تعین اہلِ فارس نے کیا لیکن یہ حروف ان اصوات کے لیے تشکیل دیے گئے جو ان کے خطے کی زبان سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ اصوات چونکہ بیشتر ہندوستانی زبانوں بہ شمول اردو میں بھی موجود تھیں لہٰذا اہلِ اردو کو فارسی کے توسط سے ان اصوات سے متعلق حروف خود ہی دستیاب ہو گئے لیکن اہلِ فارس جن اصوات سے محروم تھے، ان کے لیے ہندوستانیوں کو بہت کاوشیں کرنا پڑیں جو ایک تاریخی ارتقا رکھتی ہیں۔ مقامی اصوات کے لیے حروف کے تعین اور تشکیل میں بعض مشینی مجبوریاں بھی رکاوٹ بنیں اور بعض حروف کے ساخت کے تعین کے باوجود ایک عرصہ تک ان کی مشینی ترسیم میں مسائل پیدا ہوتے رہے۔ مذکورہ مشینی مسائل کو رفع کرنے کے لیے ٹیکنیکی ماہرین نے اپنا مثبت اور متحرک کردار کرتے ہوئے حائل رکاوٹوں کو مرحلہ وار دور کیا۔ ہندوستان کی مقامی اصوات کے لیے آغاز میں حروف کی اشکال کی کیا صورت تھی، ان کے بارے میں بہت سی معلومات کتب کی اشاعت کا اہتمام نہ ہونے کے باعث جامع طور موجود نہیں۔ اس سلسلے میں لسانی ماہرین نے مخطوطات کے مطالعے اور جائزے سے بعض اہم معلومات تک رسائی حاصل کی ہے اور ان کی روشنی میں اردو کے حروفِ تہجی کی ارتقائی صورتوں کے بارے میں اپنے نتائج بہم پہنچائے ہیں۔ اردو کے غیر عربی حروف تہجی کی تشکیل کے سلسلے میں عہدِ عالمگیری سے فورٹ ولیم کالج تک ماہرینِ لسانیات نے متنوع کاوشیں کی ہیں جن کی بنیاد پہ فی زمانہ اردو کا نظامِ ترسیم اپنے اندر جامعیت رکھتا ہے اور پاک و ہند کی جملہ مقامی اصوات کو حروف میں رقم کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1۔ رشید حسن خان، "اردو املا" مجلس ترقی ادب، لاہور: 2007ء ص 22

2۔ پروفیسر سجاد مرزا، "اور دور سم خط" مشمولہ "اردو رسم خط۔ انتخابِ مقالات" مرتبہ: شیما مجید، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1989، 163

3۔ جمال الدین حسینی، "فرہنگ جہانگیری" مطبع نامی گرامی، لکھنؤ، 1876

4۔ رشید حسن خان، "اردو املا" ص 77

5۔ رشید حسن خان، مقدمہ "باغ و بہار" از میر امن دہلوی، نقوش پریس، لاہور: 1992، ص 85

6۔ اسد اللہ خاں غالب، "غالب کے خطوط" (مرتبہ) خلیق انجم، انجمن ترقی اردو پاکستان، جلد دوم، کراچی: 1998، ص576

7۔ حافظ محمود شیرانی، "پنجاب میں اردو"، مکتبہ کلیاں، لکھنؤ، 1960، ص277

8۔ سید قدرت نقوی، "لسانی مقالات" حصہ اول، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد: 1988ء، ص142

9۔ ایضاً، ص143

10۔ ابواللیث صدیقی، "جامع القواعد" (حصہ صرف)، اردو سائنس بورڈ، لاہور: 2012ء، ص192

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Rashid Hassan Khan, "Urdu Imla", Majlis Taraqqi Adab, Lahore: 2007, p. 22
2. Professor Sajjad Mirza, "Urdu Rasam-e-Khat", Mashmoola "Urdu Rasam-e-Khat: Intikhab-e-Maqalat", Murattabah: Sheema Majeed, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1989, p. 163
3. Jamaluddin Hussaini, "Farhang Jahangiri", Matba Naami Gharami, Lucknow, 1876
4. Rashid Hassan Khan, "Urdu Imla", p. 77
5. Rashid Hassan Khan, Muqaddima "Bagh-o-Bahar" az Mir Aman Dehlvi, Naqoosh Press, Lahore: 1992, p. 85
6. Asadullah Khan Ghalib, "Ghalib ke Khutoot" (Murattabah) Khaleeq Anjum, Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, Jild Do, Karachi: 1998, p. 576
7. Hafiz Mahmood Shirani, "Punjab Mein Urdu", Maktaba Kalian, Lucknow, 1960, p. 277
8. Syed Qudrat Naqvi, "Lisani Maqalat" Hissa Awwal, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad: 1988, p. 142
9. Aizah, p. 143
10. Abul Leith Siddiqui, "Jami' al-Qawa'id" (Hissa Sarf), Urdu Science Board, Lahore: 2012, p. 192